انشورنس یا بیمہ
اس کی مروجہ صورتیں اور شرعی حل

حافظ محمد یونس

بیمہ

انگریزی لفظ (INSURE) کا اُردو ترجمہ بیمہ ہے۔ جس کے معنیٰ "یقین دہانی" کے ہیں۔ چونکہ کمپنی بیمہ کرانے والے کو مستقبل کے بعض خطرات سے حفاظت اور بعض نقصانات کی تلافی کی یقین دہانی کر دیتی ہے اس لئے اس کو انشورنس کمپنی کہتے ہیں۔

عربی میں (INSURE) کو التأمین کہتے ہیں۔

بیمہ کی ابتدا اور اس کا مقصد

بیمہ کی ابتدا اٹلی کے تاجران اسلحہ سے ہوئی۔ وہ اس طرح کہ کچھ لوگوں نے یہ محسوس کیا کہ بعض تاجروں کا مالِ تجارت سمندر میں کسی نہ کسی صورت میں ضائع ہو جاتا ہے جس کے نتیجے میں وہ انتہائی تنگ دستی کا شکار ہو جاتے ہیں اور دوبارہ اپنے پاؤں پر کھڑے نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا سمندر میں مالِ تجارت ضائع ہو جانے کی صورت میں تمام تاجر مل کر اس کی معاونت کریں اور اسے ہر ماہ یا ہر سال ایک معین رقم ادا کیا کریں۔ یہ تحریک اتنا زور پکڑ گئی کہ بحری جہازوں کے بیمہ تک پہنچ گئی۔ اس سے غرض یہ تھی کہ ہر ممبر ایک مقررہ رقم ادا کرے تاکہ اس قسم کے حوادثات و خطرات کے موقعہ پر نقصان کا کچھ نہ کچھ تدارک کیا جا سکے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ سب سے پہلے ۱۴۰۰ء میں اندلس کی مسلم حکومت کے دور میں بحری تجارت میں حصہ لینے والے مسلمانوں نے تجارتی بیمہ کی بنیاد ڈالی۔ ابتدا میں تو یہ بالکل ایک سادہ سی بات تھی لیکن بعد میں اس کی نئی نئی صورتیں نکلتی رہیں اور تجربات ہوتے رہے۔ ہالینڈ اس تجربے میں سب سے آگے رہا۔ موجودہ دور میں ایک مقررہ قسط پر بیمہ کاری کا نظام سب سے زیادہ مقبول ہے جو "بیمہ کی سرمایہ کارانہ تنظیم" کہلاتی ہے۔ شروع ہی میں اس کو بہت زیادہ فروغ حاصل ہوا اور اس کے مقدمات اس کثرت سے عدالتوں میں دائر کئے گئے کہ ۱۴۳۵ء میں اس کے لئے خاص عدالتیں مقرر کی گئیں "بیمہ بحری" کے بہت عرصہ بعد "بیمہ بری" کا آغاز ہوا۔

جب حکومت ترکی کے تجارتی تعلقات یورپی ملکوں سے قائم ہوئے تو یورپین تاجروں کے توسط سے بیمہ کا طریق اسلامی ملکوں میں رواج پاگیا۔ جس کے بارے میں مشہور فقیہہ علامہ ابن عابدین تحریر کرتے ہیں۔

"جرت العادة ان التجار اذا استاجروا مركبا من حربي يدفعون له اجرته ويدفعون ايضاً مالا معلوما لرجل حربي مقيم في بلاده ويسمى ذالك المال "سوكرة" على انه مهما هلك من المال الذي في المركب بحرق او غرق او نهب او غيره فذالك الرجل ضامن له بمقابلة ما ياخذه منهم وله وكيل عنه مستأمن في دارنا يقيم في البلاد والسواحل الاسلامية باذن السلطان يقبض من التجار مال السوكره واذا اهلك من مالهم في البحر شي يؤدي ذالك المستأمن للتجار بدله تماماً۔"(۱)

(یہ طریقہ رائج ہو گیا ہے کہ تاجر جب کسی دار الحرب کے باشندے سے کوئی بحری جہاز کرایہ پر لیتے ہیں تو اس کا کرایہ ادا کرنے کے ساتھ ہی ساتھ دار الحرب کے کسی باشندے کو جو اپنے علاقہ میں مقیم رہتا ہے کچھ رقم اس شرط پر دے دیتے ہیں کہ جہاز میں لدے ہوئے مال کی آتش زدگی، غرقابی اور لوٹ مار ہو

جانے کی صورت میں یہ شخص مال کا ضامن ہوگا اور اس رقم کو "سوکرہ" (بیمہ کی رقم) کہا جاتا ہے۔ اس کا ایجنٹ ہمارے ملک کے ساحلی شہروں میں شاہی اجازت نامہ کے بعد مستامن بن کر رہتا ہے جو تاجروں سے بیمہ کی رقوم وصول کرتا ہے۔ اور مال کے ہلاک ہو جانے کی صورت میں تاجروں کا پورا پورا معاوضہ ادا کرتا ہے)۔

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں بیمہ بحری کا اچھا خاصا فروغ تھا۔ یورپی ملکوں سے جو جہاز کرایہ پر حاصل کئے جاتے تھے ان کا لازمی طور پر بیمہ کرایا جاتا تھا۔ بیمہ کمپنیوں کے ایجنٹ ترکی کی بندرگاہوں پر باقاعدہ حکومت سے اجازت حاصل کر کے قیام کرتے تھے اور ان کے وہاں باقاعدہ دفاتر بھی موجود تھے۔

بیمہ کی افادیت مسلمہ ہے

۱۔ مالی امداد

شروع میں تاجر برادری کے پیش نظر بیمہ سے یہ غرض تھی کہ نقصان زدہ تاجروں کو مالی امداد دی جائے۔ اس طرح ایک فرد کے بوجھ کو بہت سے افراد مل کر برداشت کرتے تھے۔ ہر ایک کو ایک قلیل رقم ادا کرنا پڑتی تھی۔ لیکن اس قربانی سے جملہ افراد کو مصیبت و آفت کے وقت تعاون حاصل ہو جاتا تھا۔ یہ نیکی کا جذبہ بہت پاکیزہ تھا جس کی قرآن کریم نے بہت تعریف کی ہے اور حدیث شریف میں بھی اس کے فضائل بیان کئے گئے ہیں۔

۲۔ اہل و عیال کی اعانت

بیمہ کرانے والے کا ایک مقصد یہ بھی ہوتا تھا کہ اس کے انتقال کے بعد اس کے اہل و عیال تنگی میں نہ پڑ جائیں۔ اس مقصد کو اسلامی نقطہ نظر سے بھی غلط نہیں قرار دیا جا سکتا۔ بلکہ حضور نبی کریم نے حضرت سعد بن ابی وقاص کو ارشاد فرمایا تھا۔

انك ان تدع ورثتك اغنياء خير من ان تدعهم عالة يتكففون الناس فى ايديهم۔ (٢)

(تمہارا اپنے وارثوں کو غنی چھوڑنا اس سے کہیں بہتر ہے کہ ان کو ایسا محتاج چھوڑ و کہ وہ لوگوں سے سوال کرتے پھریں)

خود حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ازواج مطہرات سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا۔

ان امرکن مما یھمنی من بعدی۔

(تمہارے معاملہ نے مجھے فکر میں ڈال رکھا ہے کہ تمہاری گزر میرے بعد کیوں کر ہوگی یعنی میں نے کوئی میراث نہیں چھوڑی ہے اور تم نے دنیا پر آخرت کو ترجیح دی ہے۔

اسلام نے فطری ضروریات کو ختم کرنے کی بجائے ان کے لئے مناسب اور جائز طریقے تلاش کرنے کی فکر پیدا کی ہے۔

بیمہ کا مروجہ طریق کار

بیمہ کی مروجہ صورت یہ ہے کہ بیمہ کروانے والے اور بیمہ کمپنی کے درمیان ایک معاہدہ ہو جاتا ہے، بیمہ کمپنی (جس میں بہت سے سرمایہ دار شریک ہوتے ہیں)۔ بیمہ کرانے والے سے تجارتی کمپنیوں کی طرح ایک معینہ رقم قسطوں میں وصول کرتی رہتی ہے اور ایک مقررہ مدت کے بعد وہ رقم اسے یا اس کے لواحقین کو شرائط کے تحت واپس کر دیتی ہے، اور اصل رقم کے ساتھ مقررہ شرح فیصد کے حساب سے کچھ مزید رقم بطور سود بھی دیتی ہے۔ اس رقم کا نام ربٰو یا سود کی بجائے بونس (منافع) رکھا گیا ہے۔

بیمہ کمپنی کے پیش نظر مقاصد

۱۔ بیمہ کمپنیاں اس طرح رقم اکٹھی کرکے دوسرے لوگوں کو قرض دیتی ہیں اور اعلیٰ شرح پر سود حاصل کرتی ہیں یا تجارتی کاروبار شروع کر دیتی ہیں یا کوئی جائیداد وغیرہ خرید کر اس سے منافع

حاصل کرتی ہیں۔ حالانکہ کمپنی میں شریک کسی شخص کی کوئی ذاتی رقم نہیں ہوتی ۔ اس طرح وہ لوگ اپنی ذاتی رقم خرچ کئے بغیر سود یا منافع کی شکل میں کثیر رقم حاصل کر لیتے ہیں اور اسی سود یا منافع میں سے بیمہ کروانے والے کو ایک حصہ دے دیتے ہیں۔ شاید بیمہ کمپنی کے پیش نظر یہ مقصد بھی ہو کہ مصیبت زدہ یا مفلوک الحال افراد کی مدد بھی ہو جائے، تاہم بیمہ کروانے والے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس کا سرمایہ محفوظ رہنے کے ساتھ ساتھ اس میں اضافہ بھی ہوتا رہے اور اس کے پس ماندگان کی امداد و اعانت کی صورت بھی نکل آئے اور اگر کوئی ناگہانی حادثہ پیش آجائے تو اس کے نقصان کی تلافی بھی ہو جائے۔

۲ قسط ادا نہ کرنے کی صورت میں رقم کی ضبطی

بیمہ کمپنی کے قواعد وضوابط میں یہ بھی ہے کہ بیمہ کرانے والے کو ایک معینہ رقم قسطوں میں ادا کرنا پڑتی ہے۔ لیکن اگر چند ماہ تک قسطیں ادا کرنے کے بعد بیمہ کروانے والا رقم کی ادائیگی بند کر دے تو اس کی ادا کی ہوئی رقم ضبط کر لی جاتی ہے جو اسے واپس نہیں ملتی۔ البتہ اسے یہ اختیار دیا جاتا ہے کہ وہ جب چاہے درمیان کی بقایا قسطیں ادا کر کے اپنے حساب کو جاری رکھ سکتا ہے۔ بعض صورتوں میں بقایا اقساط ادا نہ کرنے کی صورت میں بھی دوبارہ اقساط کا سلسلہ جاری ہو سکتا ہے لیکن اگر وہ سلسلہ منقطع کر کے جمع شدہ رقم واپس لینا چاہے تو اسے اختیار نہیں ہے۔

۳۔ سود کے بغیر اصل رقم کی ادائیگی

اگر کوئی بیمہ کروانے والا کمپنی سے سود نہ لینا چاہے تو اس کو مجبور نہیں کیا جاتا۔ بلکہ حسب شرائط اسے اصل رقم واپس مل جاتی ہے۔

۴۔ قرض لینے کا مجاز ہونا

اگر کوئی بیمہ کروانے والا دو سال تک متواتر قسطیں ادا کرتا رہے تو وہ کم شرح سود پہ قرض لینے کا مجاز ہو جاتا ہے۔

بیمہ کی مختلف اشکال

بیمہ کی جتنی بھی صورتیں ہیں ان کو مندرجہ ذیل تین بڑی اشکال میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ (۱) زندگی کا بیمہ (۲) املاک کا بیمہ (۳) ذمہ داریوں کا بیمہ۔

۱۔ زندگی کا بیمہ

اس میں ڈاکٹر کی رپورٹ پر کمپنی بیمہ کرتی ہے، کہ فلاں شخص مثلاً بیس سال تک زندہ رہ سکتا ہے۔ اس میں بیمہ کروانے والے اور کمپنی کے مابین ایک رقم مقرر ہو جاتی ہے جو قسطوں میں بیمہ کرانے والا کمپنی کو ادا کرتا ہے اور ایک معینہ مدت تک جب وہ رقم پوری کر دیتا ہے تو بیمہ مکمل ہو جاتا ہے۔ اگر ڈاکٹر کی مقرر کردہ مدت کے بعد بیمہ کرانے والا فوت ہو جاتا ہے تو کمپنی اس کے نامزد پسماندگان کو یا اگر نامزد نہ کیا ہو تو اس کے قانونی ورثاء کو وہ جمع شدہ رقم مع کچھ مزید بونس کے یک مشت ادا کر دیتی ہے۔

۲۔ لیکن اگر مقررہ مدت کے دوران ہی بیمہ کرانے والا فوت ہو جاتا ہے خواہ طبعی موت ہو یا حادثہ کی صورت میں، تو بھی کمپنی اس کے پس ماندگان کو پوری رقم مع کچھ زائد رقم کے ادا کر دیتی ہے لیکن اس صورت میں شرح منافع زیادہ ہوتی ہے۔

۳۔ اگر مذکورہ شخص مدت مذکورہ کے بعد بھی زندہ رہتا ہے تو بھی اسے رقم مع منافع واپس ملتی ہے لیکن اس صورت میں شرح منافع کم ہوتی ہے۔

مختلف اعضاء کا بیمہ۔

زندگی کا بیمہ تو پورے جسم کا ہوتا ہے لیکن ان دنوں جسم کے مختلف اعضاء کے بیمہ کا بھی رواج

ہو گیا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ بجائے شخص کی زندگی کا اندازہ لگانے کے ڈاکٹر ہر ہر عضو کی کارکردگی کا اندازہ لگاتا ہے اور پورے جسم کی مدت کی بجائے صرف جسم کے ایک حصہ کی مدت کو قرار دیا جاتا ہے۔

۲۔ املاک کا بیمہ

اس میں عمارات، کارخانے، موٹر گاڑیاں، جہاز اور دیگر ہر چیز کا بیمہ شامل ہے۔ اس کی شکل بھی وہی ہے کہ بیمہ دار ایک معینہ مدت کے لئے مقررہ رقم قسطوں میں ادا کرتا ہے اور کمپنی ایک معینہ مدت کے بعد وہ رقم مع سود کے بیمہ کرانے والے کو واپس کر دیتی ہے۔ اور اگر اس دوران میں کسی حادثہ کی وجہ سے بیمہ شدہ اشیاء یا املاک ضائع ہو جائیں، مثلاً کارخانے میں اچانک آگ لگ جائے یا جہاز غرق ہو جائے یا موٹر کسی حادثہ میں تباہ ہو جائے تو کمپنی اس نقصان کی تلافی کرتی ہے اور اصل رقم کے ساتھ بونس بھی شرح فیصد کے حساب سے ادا کرتی ہے۔

۳۔ ذمہ داریوں کا بیمہ

اس میں بچہ کی تعلیم، شادی وغیرہ کا بیمہ ہوتا ہے، کمپنی ان کاموں کی ذمہ دار ہوتی ہے۔ رقم کی وصولی اور بونس وغیرہ اسی حساب سے ادا کیا جائے گا۔

مروجہ بیمہ یا انشورنس کے بارے میں اصولی اعتراضات

موجودہ انشورنس (بیمہ) کے بارے میں شرع اسلامی کی رو سے تین اصولی اعتراضات ہیں جن کی بناء پر اسے جائز نہیں ٹھہرایا جا سکتا۔

۱۔ اول یہ کہ انشورنس کمپنیاں جو روپیہ پریمیم (PREMIUM) (قسط) کی شکل میں وصول کرتی ہیں اس کے بہت بڑے حصے کو سودی کاموں میں لگا کر فائدہ حاصل کرتی ہیں اور اس ناجائز کاروبار میں وہ لوگ آپ سے آپ حصہ دار بن جاتے ہیں جو کسی نہ کسی شکل میں اپنے آپ کو یا اپنی کسی چیز

کو ان کے پاس انشور کراتے ہیں۔

۲۔ دوم یہ کہ موت یا حوادث یا نقصان کی صورت میں جو رقم دینے کی ذمہ دار کمپنیاں اپنے ذمہ لیتی ہیں اس کے اندر قمار کا اصول پایا جاتا ہے۔

۴۔ سوم یہ کہ ایک آدمی کے مر جانے کی صورت میں جو رقم ادا کی جاتی ہے، اسلامی شریعت کی رو سے اس کی حیثیت مرنے والے کے ترکہ کی ہے جسے شرعی وارثوں میں تقسیم ہونا چاہیئے۔ مگر یہ رقم ترکے کی حیثیت میں تقسیم نہیں کی جاتی بلکہ اس شخص یا ان اشخاص کو مل جاتی ہے جن کے لئے پالیسی ہولڈر نے وصیت کی ہو، حالانکہ وارث کے حق میں شرعاً وصیت ہی نہیں کی جا سکتی۔

بیمہ کے بارے میں علمائے کرام کا مؤقف

۱۔ مصری فقیہ کا تجزیہ

بیمہ کی موجودہ مروجہ صورت کے بارے میں فاضل استاد ابو زہرہ کے الفاظ قابل ذکر ہیں۔

"اگرچہ اس کی اصلیت تو تعاون محض تھی، لیکن اس کا انجام بھی ہر اس ادارہ کا سا ہوا جو یہودیوں کے ہاتھ میں پڑا کہ یہودیوں نے اس نظام کو جس کی بنیاد "تعاون علی البر والتقویٰ" پر تھی، اسے ایک ایسے یہودی نظام میں تبدیل کر دیا جس میں قمار (جوا) اور ربوٰا (سود) دونوں پائے جاتے ہیں"(۱۴)

۲۔ علمائے ہند کا فتویٰ

مفتی ہند مولانا کفایت اللہؒ نے بیمہ کے بارے میں متعدد فتاویٰ صادر کئے ہیں، جن میں سے چند ایک کا تذکرہ حسب ذیل ہے۔

۱۔ بیمہ میں ربوٰا اور قمار کی آمیزش ہے۔

بیمہ در حقیقت ربوٰا اور قمار پر مشتمل ہے اور یہ دونوں شریعت مقدسہ اسلامیہ میں حرام ہیں۔

یہ غیر اسلامی طریقے ہیں۔ جن کے ذریعہ سے مال حاصل کیا جاتا ہے اور ان کو مفید سمجھا جاتا ہے لیکن درحقیقت یہ تمدنی اور اقتصادی اصول کے ماتحت بھی دنیا کے لئے ایک لعنت اور مصیبت ثابت ہوئے ہیں۔ ہزاروں بے ایمان آدمیوں نے اس کو روزگار بنا کر اپنے ہاتھوں اپنی دکانوں کو جن کا بیمہ کرایا تھا آگ لگائی اور حرام پیسہ بیمہ کمپنی سے وصول کیا اور کر رہے ہیں اور یہ مرض روز افزوں ترقی پر ہے۔ دکانوں کے بیمے اور زندگی کے بیمے کا اصول ایک ہی ہے اور سب کا حکم ایک ہے۔"(۵)

ایک دوسرے فتویٰ میں تحریر فرماتے ہیں۔

(ب) بیمہ ناجائز ہے

"میرے خیال میں بیمہ کی حقیقت ربٰو اور قمار سے مرکب ہے اور وہ اصل کے اعتبار سے ناجائز ہے جو علماء جواز کا فتویٰ دیتے ہیں وہ غالباً ہندوستان کو دار الحرب قرار دے کر اخذ ربٰو کو مباح قرار دیتے ہیں مگر اس میں بھی یہ شبہ ہے کہ دار الحرب میں بھی کفار سے اخذ ربٰو مباح ہے اور انشورنس کمپنی میں مسلمانوں کا روپیہ بھی شامل ہو کر مسلمان کو مسلمان سے اخذ ربٰو پر مجبور کرتا ہے۔"(۶)

(ج) تجارتی اور جائیداد کا بیمہ

تجارتی اور جائیداد کے بیمہ کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں۔

"بیمہ دراصل ربٰو اور قمار سے مرکب ہے اور یہ دونوں شریعت مقدسہ میں حرام ہیں اس لئے بیمہ خواہ تجارتی ہو یا جائیداد کا یا زندگی کا جبکہ وہ ربٰو اور قمار سے خالی نہیں ہے تو شرعاً حد جواز میں نہیں آسکتا۔"(۷)

(د) غیر مسلموں سے مال وصول کرنا جائز ہے

مفتی کفایت اللہؒ نے غیر مسلموں سے مال وصول کرنے کو جائز قرار دیا ہے، تحریر فرماتے ہیں۔

"ہندوستان کے دار الحرب ہونے میں چونکہ اختلاف ہے اس لئے جو لوگ اسے دار الحرب نہیں کہتے

وہ بیمہ کو حرام کہتے ہیں۔ مگر بیمہ کرانے کی ابتداءً و بقاءً ہندوستان کے دارالحرب ہونے کی تقدیر پر گنجائش ہے۔ کیونکہ دارالحرب میں غیر مسلموں سے عذر کے بغیر باقی تمام طرق سے ان کی رضامندی کے ساتھ مال وصول کرنا جائز ہے"[۸]

۳۔ علمائے پاکستان کا تجزیہ

مفتی پاکستان مولانا مفتی محمد شفیعؒ نے ایک بیمہ کمپنی کے ایجنٹ کی طرف سے بیمہ کے بارے میں پیش کردہ مواد کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھا ہے۔

"جو کاغذات انہوں نے میرے لئے مہیا کئے وہ صرف بیمہ زندگی سے متعلق تھے، ان کو دیکھ کر میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ بیمہ زندگی میں شرعی حیثیت سے تین مفاسد ہیں، اول سود۔ دوسرا قمار، تیسرا معاہدہ کی بعض شرائط فاسدہ۔ اس لئے بصورت موجودہ اس کے جواز کی کوئی وجہ نہ تھی"[۹]

بیمہ کی حرمت پر علماء کا متفقہ فیصلہ

مفتی محمد شفیعؒ نے بیمہ زندگی کی حرمت کے بارے میں جو کتابچہ تحریر فرمایا ہے، حسب ذیل علماء نے اس سے اتفاق فرمایا ہے :-

۱۔ مولانا محمد یوسف بنوریؒ (۲) مولانا رشید احمدؒ مہتمم اشرف المدارس کراچی۔ (۳) مولانا ولی حسن مفتی مدرسہ نیو ٹاؤن کراچی (۴) مولانا عاشق الٰہی بلند شہری کراچی (۵) مولانا محمد رفیع عثمانی کراچی (۶) جسٹس مولانا محمد تقی عثمانی کراچی۔

علمائے کرام نے متفقہ طور پر بیمہ کی ہر قسم کو از روئے شرع متین حرام قرار دیا ہے۔

خلاصہ کلام

۱۔ درحقیقت انشورنس کی ہر شکل کا معاملہ ایک سودی کاروبار ہے۔ جو بینک کے کاروبار کی طرح ہے دلیل

میں فرق صرف شکل کا ہے۔ حقیقت کے لحاظ سے دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ فرق اگر ہے تو صرف اتنا کہ اس میں ربوٰ کے ساتھ غرر بھی پایا جاتا ہے۔ (الغرر ما یکون مستور العاقبہ (غرر وہ ہے جس میں انجام سے بے خبری ہو)

۲۔ بیمہ کرانے والا کمپنی کو روپیہ قرض دیتا ہے اور کمپنی اس رقم سے سودی کاروبار یا تجارت وغیرہ کر کے نفع حاصل کرتی ہے اور اس نفع میں سے بیمہ کرانے والے کو بھی کچھ رقم بطور سود ادا کرتی ہے جس کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ لوگ اس فائدے کے لالچ میں زیادہ سے زیادہ بیمہ کرائیں بینک بھی یہی کرتے ہیں، البتہ اس میں شرح سود مختلف حالات اور شرائط کے اعتبار سے کم و بیش ہوتی رہتی ہے جبکہ بینک میں عام طور پہ ایسا نہیں ہوتا۔

انشورنس اور بینکنگ دونوں میں شرعی سود پایا جاتا ہے۔ اسلام کی نظر میں مہاجنی اور تجارتی سود دونوں حرام ہیں۔ اس لئے موجودہ مروجہ بیمہ کی شکل کو جائز قرار دینا شریعت کے اصولوں کے منافی ہے۔

مروجہ نظام بیمہ کا تجزیہ اور اسلامی احکام

۱۔ بونس حرام ہے

بیمہ کی جملہ اقسام میں جو منافع یا بونس دیا جاتا ہے وہ بیع و تجارت کے اصول سے ہٹ کر ربٰو کے طور پہ دیا جاتا ہے، جو شریعت کے لحاظ سے حرام قطعی ہے۔

۲۔ مبہم چیز کا نفع قمار ہے۔

ایسے ہی حادثات کا کسی کو کوئی علم نہیں ہوتا، اس لئے مبہم اور نامعلوم چیز پہ کسی نفع کو معلق کرنا قمار ہے جس کو قرآن کریم نے شیطانی عمل قرار دیا ہے۔

انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطٰن فاجتنبوہ[۱۰]۔

۳۔ جمع شدہ رقم کی ضبطی ناجائز ہے

ہر قسم کے بیمہ میں یہ شرط ہے کہ قسطوں کی ادائگی باقاعدگی سے کی جائے اور اگر ایک قسط بھی ادا نہ ہوئی تو جمع شدہ رقم ضبط ہوجاتی ہے۔ یہ شرط خلاف شرع اور ناروا ہے۔ ایسی صورت میں معاہدہ پورا کرنے پر مجبور تو کیا جاسکتا ہے اور پھر بھی عدم تعمیل کی صورت میں کوئی تعزیر لگائی جاسکتی ہے لیکن ادا کردہ رقم کو ضبط کرلینا جائز نہیں ہے۔

۴۔ نوٹوں کا بیمہ جائز ہے

مذکورہ امور خلاف شرع اور گناہ کبیرہ میں شامل ہیں، جو ہر قسم کے بیمہ میں پائے جاتے ہیں اس لئے سب کے سب ناجائز ہیں۔ البتہ سندات و کاغذات اور نوٹوں کا بیمہ جو مروجہ صورت میں ہے اس کے ضمان کی مختلف صورتیں ہیں، علامہ شامی لکھتے ہیں۔

ضمان کی مختلف صورتیں

الف۔ ان المودع اذا اخذ الاجرۃ علی الودیعۃ یضمنها اذا هلکت[۱۱]۔

(یعنی اگر کسی شخص کو کوئی سامان بغرض حفاظت دیا جائے اور وہ شخص اس کی حفاظت کا معاوضہ بھی لیتا ہے تو سامان ضائع ہوجانے کی صورت میں اس پر ضمان واجب ہوگا۔)

(ب) امانت کا ضمان لازمی ہے

محکمہ ڈاک، ریلوے، ہوائی جہاز، بحری جہاز وغیرہ جو سندات، کاغذات وغیرہ سر بمہر کرکے حفاظت کے وعدہ پر لیتا ہے اور اس حفاظت کی فیس بھی لیتا ہے تو ضائع ہوجانے کی صورت میں ضائع شدہ کاغذات کا ضمان اس پر لازم آئے گا۔

(ج)۔ بلا اجرت امانت کا ضمان نہیں ہے۔

سنن ابن ماجہ میں ہے، من اودع ودیعہ فلا ضمان علیہ۔[۱۲]

(جس نے کسی کو سامان ودیعت کیا تو اس پر ضمان نہیں ہے)

یہ غالباً اس صورت میں ہے جب کہ اس سے کوئی اجرت وغیرہ نہیں لی ہے ورنہ ودیعت کی تعریف یہ کی گئی ہے۔

(د) ودیعت کسے کہتے ہیں۔

احالة المال لحافظة ماله لآخر

(اپنی کسی چیز یا مال کو حفاظت کی غرض سے دوسرے کے حوالے کرنا۔)

(ھ) امانت کا ضمان ضروری ہے

مجلة الاحکام میں ہے۔

اذا اودع رجل ماله عند آخر واعطاه اجره علی حفظه فضاع المال بسبب یمکن التحرز منه کالسرقة یلزم المستودع الضمان۔[۱۳]

(اگر کسی نے اپنا مال کسی کے پاس امانةً رکھا اور اس امانت کی دیکھ بھال کی اجرت بھی اس کو دیتا ہے۔ ایسی حالت میں اگر وہ ضائع ہو جائے کہ اس کو ضائع ہونے سے بچانا ممکن تھا۔ مثلاً چوری ہو گیا تو اس کو تاوان دینا پڑے گا،

ھدایہ میں بھی ہے،

فیضمنه کالودیعه اذا کانت باجر[۱۴]

(مشترک کے پاس جو چیزیں ہوتی ہیں وہ ان کا اسی طرح ضامن ہوتا ہے جس طرح امانت کی ضمانت دینی پڑتی ہے جس کی اجرت امین لیتا ہے)

(د) ودلیعت ناگزیر عمل ہے

موجودہ زمانہ میں اس کی ضرورت اتنی عام ہوگئی ہے کہ اس کے بغیر چارہ کار نہیں ہے۔ مثال کے طور پہ آلو کے بیج کو لیجیئے۔ آلو کے تاجر اگر آلو کے بیج بڑے گوداموں اور کولڈ اسٹور کے حوالہ کر کے ان کی حفاظت نہ کرائیں تو اس کی کاشت کے وقت اس کے بیج کا ملنا دشوار ہو جائے۔ اسی طرح بے شمار چیزیں محفوظ کی جاتی ہیں۔ موجودہ بنک اور ڈاک خانہ میں بھی اُجرت دے کر روپے پیسے، زیور اور دوسری قیمتی چیزیں امانۃً رکھی جا سکتی ہیں مگر خود اس سے سود لے کر روپے یا کوئی چیز جمع کرنا حرام ہے۔

۶۔ بیمہ بصورت احسان یا نیکی

بعض لوگ بیمہ کی شکل کو احسان اور نیکی میں شامل کرتے ہیں کہ کمپنی غریب اور مصیبت زدہ سے ہمدردی کی خاطر کرتی ہے۔ اگر نیکی اور احسان کی صورت ہو تو اس پر کسی کو مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ حالانکہ یہاں تو عدالتی چارہ جوئی کے ذریعہ جبراً وصول کیا جا سکتا ہے۔ اس لئے یہ کہنا بالکل درست نہیں ہے، کہ وہ تو ایک تجارت یا کاروبار ہے۔

۷۔ بیمہ امداد باہمی کا معاہدہ

بعض علماء اس کو امداد باہمی کا معاہدہ قرار دے کر مولی الموالاۃ کے احکام پر قیاس کرتے ہیں حالانکہ مروجہ بیمہ کو امداد باہمی کہنا ایک دھوکہ ہے کیونکہ ایسا سمجھنے کی کوئی گنجائش نہ بیمہ کمپنی کے کاروبار میں نظر آتی ہے نہ بیمہ پالیسی خریدنے والوں کے معاملات سے اس کا کوئی ثبوت مل سکتا ہے اور پھر صدقہ کرنے کی نیت سے سود یا قمار کی رقم حاصل کرنا جائز نہیں۔ بلکہ اس میں ثواب کی نیت رکھنا بھی جائز نہیں۔

مروجہ بیمہ کے قواعد میں ترامیم کرنا اور صحیح حل نکالنا

شرعی لحاظ سے ایسے اصولوں کی کمی نہیں ہے جس کے تحت مروجہ بیمہ کے قواعد میں ترامیم کرکے اس کو بہتر صورت میں تبدیل کیا جاسکتا ہے۔ اور قوم کے بے سہارا افراد کو اپنے پاؤں پر کھڑا کرکے اعانت و امداد اور نیکی و احسان قرار دیا جاسکتا ہے مگر مشکل یہ ہے کہ یہ معاملہ انفرادی نہیں اجتماعی ہے اگر چند افراد اس مقصد کے لئے تیار بھی ہوں تو یہ کام نہیں چل سکتا۔ جب تک کوئی مضبوط جماعت اس کام کو مقصد زندگی بنا کر آگے نہ بڑھے۔

مروجہ بیمہ میں شرعی اصول کے مطابق حسب ذیل اقدامات ضروری ہیں :۔

۱۔ تجارتی منافع کی صورت میں

بیمہ پالیسی کی حاصل شدہ رقوم کو مضاربت کے شرعی اصول کے مطابق تجارت پر لگایا جائے اور بونس یا سود کی بجائے تجارتی کمپنیوں کی طرح تجارتی نفع تقسیم کیا جائے۔ اور نقصان سے بچنے کے لئے لمیٹڈ کمپنیوں کی طرح اس کی کڑی نگرانی کی جائے۔ اور سود خوری کی خودغرضانہ اور غیر منصفانہ عادت کو گناہ عظیم سمجھا جائے۔

۲۔ "غیر سودی بنک" ۔ جاری کئے جائیں جن کی اساس شرکت اور مضاربت پر قائم کی جائے۔ غیر سودی کھاتے کھولے جاچکے ہیں ۔ اس طرح مال میں بھی جائز طریقوں سے اضافہ ہوتا رہے گا اور سرمایہ بھی محفوظ رہے گا۔

۳۔ امداد باہمی کے جذبے سے وقف کرنا

بیمہ پالیسی خریدنے والے اپنی رضامندی سے اس معاہدہ کے پابند ہوں کہ بیمہ کے کاروبار کو امداد باہمی کے اصولوں پر چلانے کے لئے کاروبار کے منافع کا ایک خطیر حصہ ریزرو فنڈ کی صورت میں محفوظ کر کے وقف کریں گے۔ جس سے حادثات کا شکار ہونیوالے افراد کی امداد خاص اصول و قواعد کے

۴۔ مخیر مالداروں کے تعاون سے اداروں کا قیام

امداد باہمی اور تعاون علی الخیر کے جذبہ کے تحت ایسے ادارے قائم کئے جائیں جو مخیر اور مالداروں سے عطیات وصول کریں اور ان سے جمع شدہ رقوم کو تجارت اور انڈسٹری میں لگائیں اور نقصان زدہ افراد اور خاندانوں کی مالی امداد کریں۔ عام ادارے بھی بنائے جا سکتے ہیں اور تاجر حضرات اپنا الگ ادارہ بھی قائم کر سکتے ہیں ایسے ہی صنعت کار بھی۔

۵۔ معاقل ۔ ان امداد باہمی کے اداروں کے علاوہ معاقل کے اسلامی نظام کو پھر سے اسلامی معاشرہ میں جاری کیا جائے۔

معاقل "خون بہا" کو کہتے ہیں۔ خون بہا ادا کرنے کے طریقہ کار سے لوگوں کی جانیں مفت میں چلی جانے سے محفوظ ہو جاتی ہیں۔ عاقلہ اس جماعت کو کہتے ہیں جو قاتل کی طرف سے اجتماعی طور پر "خون بہا" ادا کرتی ہے۔ ہجرت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار و مہاجرین کے درمیان "بھائی چارہ" قائم کرایا تو ایک دستاویز کے ذریعہ یہ واضح بھی فرمایا کہ دونوں جماعتیں حوادث اور نقصانات کی ذمہ داری اجتماعی طور پر ادا کریں گی۔

ابن ابی شیبہ نے ابن عباس سے روایت نقل کی ہے۔

کتب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کتابا بین المہاجرین والانصار ان یعقلوا معاقلھم وان یفدوا عانیھم بالمعروف والاصلاح (۱۵)

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین اور انصار کے درمیان ایک دستاویز تیار کرائی کہ وہ خون بہا کے معاملات آپس میں طے کریں گے اور نیکی اور اصلاح کے رنگ میں ایک دوسرے کا فدیہ ادا کریں گے)

قبائلی سسٹم میں قبیلہ عاقلہ سمجھا جاتا ہے۔ پیشہ والوں کو بھی پیشوں کی بنیاد پر یعنی برادری

کو عاقلہ قرار دیا جا سکتا ہے۔

(۴۱)

ولہذا قالوا لو کان الیوم قوم تناصرھم بالحرف فعاقلتھم اھل الحرفة

(اسی بنا پر مشائخ نے فرمایا ہے کہ اگر آج کل تناصر، اعانت باہمی پیشوں کے طریق پر رائج ہوتا ہو تو ایک پیشہ میں منسلک افراد (برادری) عاقلہ قرار دیئے جائیں گے)

عاقلہ پر ذمہ داریاں ڈالنے کی حکمت کے بارے میں علامہ سرخسی لکھتے ہیں :۔

"قاتل جب فعل قتل کا ارتکاب کرتا ہے تو اس اقدام میں خارجی قوت اور طاقت کو بڑا دخل ہوتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ قتل کی پاداش میں جب میں پکڑا جاؤں گا تو میرے حمایتی (برادری) میری مدد کو پہنچیں گے۔ حمایت و نصرت کے چند اسباب ہوتے ہیں۔ کبھی یہ اہل الیوان کی یک جہتی پر مبنی ہوتی ہے۔ کبھی قبیلوں اور خاندانوں کی بنیاد پر ہوتی ہے۔ کبھی محلے اور پیشوں کی بنا پر ہوتی ہے۔ چونکہ قاتل ضرورت کے وقت ان ہی سے قوت و طاقت حاصل کرتا ہے اس لئے خون بہا بھی ان ہی پر لگایا جائے گا۔ تاکہ یہ لوگ اپنے میں سے ناسمجھ اور بے وقوف لوگوں کو اس قسم کی حماقتوں سے روکیں، خون بہا کا مال بھی کافی مقدار میں ہوتا ہے اس لئے سب پر ڈالنے سے وصولی میں بھی آسانی ہو جاتی ہے۔ ہر ایک شخص ادا بھی اس خیال سے کر دیتا ہے کہ کل اگر مجھ سے بھی اس قسم کا فعل سرزد ہو گیا تو یہی لوگ میرا خون بہا ادا کر دیں گے۔"(۴۲)

اسی طرح اگر کسی آبادی میں کوئی مقتول پایا جائے اور قاتل کا پتہ نہ چل سکے تو وہاں کی آبادی از روئے شریعت اجتماعی طور پر خون بہا ادا کرنے کی ذمہ دار ہے۔

لہذا ان مسائل کی روشنی میں ایسا طریق کار اختیار کیا جائے کہ حادثات کی صورت میں ہر برادری اور قبیلہ اور پیشہ کے لوگ خون بہا ادا کریں۔ مثلاً بسوں اور ٹرکوں کے مالک ایک عاقلہ قرار دیئے جائیں۔ بس کے حادثے کی صورت میں بسوں کی انجمن نقصان کی ذمہ دار ہو۔

اس طرح حادثات بھی کم ہوں گے۔اور نقصان بھی کم ہوگا۔اس وقت تو بیمہ کے نظام کی وجہ سے لوگ خود اپنی موٹروں، بسوں، ٹرکوں کو حادثہ کا شکار بنانے کی کوشش کرتے ہیں ۔ تاکہ اس طریقہ سے بیمہ کمپنی سے معقول رقم وصول کی جائے۔

۶ ۔ مرکزی بیت المال کی ذمہ داری

بیمہ کا ایک مقصد یہ بتایا جاتا ہے کہ اس کے ذریعہ پس ماندگان کی مالی امداد بڑی حد تک ہو جاتی ہے۔ لوگ بیمہ اس لئے کراتے ہیں کہ ان کے مرنے کے بعد ان کے اہل وعیال کس مپرسی کے عالم میں زندگی گزارنے پر مجبور نہ ہو جائیں۔ اس سلسلے میں اسلامی نظام معیشت کی ترویج بہت حد تک مداوا کر دیتی ہے۔ جو مرکزی بیت المال ادا کر سکتا ہے اور زکوٰۃ و عشر کمیٹیوں کے ذریعے اہم کردار ادا کیا جا سکتا ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں، کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا

انا اولیٰ بالمومنین من انفسھم فمن مات و ترک مالا فماله لموالی العصبه و من ترک کلا او ضیاعا فانا ولیه (۱۸)

(میں مومنین سے ان کی جانوں سے بھی زیادہ قریب ہوں۔ لہٰذا جو شخص مال چھوڑ کر مرے تو وہ مال تو اس کے عصبات کا ہے اور جو شخص عاجز و درماندہ قرابت دار اور چھوٹے بچوں کو چھوڑے تو مجھے اس کے لئے بلایا جائے)

ابن ماجہ میں ہے۔ من ترك مالا فلورثته، ومن ترك دينا او ضياعا فعلی والی و انا اولی بالمومنین (۱۹)

جس طرح متوفی کے مفلوک الحال پس ماندگان کی ذمہ داری اسلامی حکومت پر ہے اسی طرح اگر اس کے ذمہ قرض بھی ہو تو اس کی ذمہ داری بھی اسلامی حکومت پر ہے۔ چنانچہ حضورؐ نے فرمایا:-

فمن مات وعلیہ دین ولم یترک وفاءً فعلی قضاءہ۔ [20]

(جس شخص نے انتقال کے بعد قرض چھوڑا اور اس کی ادائیگی کا کوئی سامان نہیں ہے تو میرے ذمہ اس کی ادائیگی ہے)

علاوہ ازیں عام ناداروں اور غریبوں کی امداد اور کفالت بھی اسلامی حکومت کی ذمہ داری ہے۔ حضورؐ نے ایک ادارہ اسی غرض کے لئے بنایا تھا جس کے نگران حضرت بلالؓ تھے۔ ابوداؤد اور بیہقی میں ہے۔ حضرت بلالؓ کہتے ہیں۔

وکنت انا الذی الی ذالک عنہ منذ بعثہ اللہ الی حین توفی وکان علیہ السلام اذا اتاہ الانسان مسلماً یراہ عاریاً یأمرنی فانطلق فاستقرض فاشتری لہ البردۃ فاکسوہ واطعمہ [21]

(اور میں ہی حضور کی بعثت سے لے کر وفات تک اس کا نگران تھا۔ آپ کے پاس اگر کوئی مسلمان ننگا، بھوکا آجاتا تھا تو حضورؐ مجھے حکم فرماتے تھے، میں جا کر کسی سے قرض لیتا تھا پھر اس رقم سے اس کے لئے کپڑے اور کھانے کا انتظام کرتا تھا)

حضورؐ حضرت بلالؓ کو اکثر فرمایا کرتے تھے :۔

انفق بلالاً ولا تخش من ذی العرش اقلالاً [22]

(بلال! خوب خرچ کیا کرو۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کرتے ہوئے تنگ دستی سے نہ ڈرا کرو)

۷۔ وصایا کا اسلامی طریق

بیمہ کروانے کا ایک مقصد یہ ہوتا ہے کہ ایک شخص کے پاس مال و دولت تو موجود ہے لیکن اس کے بچے چھوٹے چھوٹے ہیں۔ اسے ڈر ہے کہ اس کے بعد روپیہ پیسہ ضائع نہ ہو جائے۔ اس لئے وہ بیمہ

کمپنی کے سپرد کر دیتا ہے۔ تاکہ مال ضائع ہونے سے محفوظ رہے۔ اس کی بہترین صورت جو اسلام نے بتائی ہے وہ "وصایة" کا طریقہ ہے۔ اس کی تفصیل پوری فقہ کی کتب میں موجود ہے۔ القدوری میں وصی کی ذمہ داریاں یوں بیان کی گئی ہیں۔

شراء کفن المیت وتجهیزه وطعام الصغار وکسوتهم ورد الودیعة ورد المغصوب والمشتری شراءً فاسدا وحفظ الاموال وقضاء الدیون وتنفیذ الوصیة والخصومة فی حق المیت وقبول الهبه وبیع ما یخشی علیه التوی والتلف وجمع الاموال الضائعة۔ (۲۳)

خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جعفر بن ابی طالب کی شہادت کے بعد ان کے صاحبزادوں محمد اور عبداللہ کے وصی بنے تھے۔ آپ نے فرمایا۔

انا ولیهم فی الدنیا والآخرة

(میں دنیا اور آخرت دونوں میں ان کا سرپرست ہوں)

حضرت زبیر بن عوام وصی بننے میں بہت مشہور تھے۔ اسد الغابہ میں ہے سات جلیل القدر صحابہ حضرت عثمان، عبدالرحمٰن بن عوف، مقداد بن الاسود، عبداللہ بن مسعود، زبیر بن بکار، مطیع بن الاسود، ابوالعاص بن الربیع رضی اللہ عنہم نے حضرت زبیر کو وصی مقرر کیا تھا۔" (۲۴)

ابو عبداللہ السنوی نے سات کے بجائے ستر کا ذکر کیا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے۔

واوصی الیه سبعون من الصحابة باموالهم فحفظها وکان ینفق علیهم من ماله۔ (۲۵)

(ستر صحابہ نے ان کو اپنے اموال و اولاد کا نگران مقرر کیا تھا۔ حضرت زبیر ان پر اپنا مال بھی خرچ کر دیا کرتے تھے)

مال کی حفاظت اور اولاد کی حفاظت حکومت وقت کی بھی ذمہ داری ہے۔ اگر ایسی صورت پیش آجائے تو اسے کسی ذمہ دار شخص کو مقرر کرنے کا حق ہے۔

آخری گزارش

بیمہ کی جتنی بھی صورتیں ہیں مثلاً بیمہ زندگی، جنگی نقصانات کا بیمہ، بیمہ آتش زدگی، بیمہ حادثات، تحفظ بیمہ، سامان کی حفاظت کا بیمہ، گروپ انشورنس و سوشل سیکورٹی وغیرہ۔ ان میں ماسوائے تحفظ بیمہ (سیکورٹی) مسافرین ہوائی جہاز صرف ایک سفر کا بیمہ اور سامان کی حفاظت کا بیمہ جس میں کارگو بذریعہ ہوائی جہاز بحری جہاز ریلوے وڈاک بیمہ شامل ہے۔ باقی تمام قسم کے بیمے شرعی لحاظ سے درست نہیں ہیں کیونکہ ان میں قمار اور سود کی آمیزش ہے۔ تحفظ بیمہ اور سامان کی حفاظت کا بیمہ میرے خیال میں امانت اور ودلیعت کی ایک صورت ہے جس میں ایک قسم کا کرایہ ادا کیا جاتا ہے اور اس میں کسی قسم کی قسطوں کی ادائیگی بھی نہیں ہوتی۔ میں نے امانت و ودلیعت کے تحت اس پر تفصیلی بحث کر دی ہے۔

اس سال سے پاکستان کے عازمین حج کو حبیب بنک نے تقریباً تین ماہ کے لئے انشورڈ کر دیا ہے۔ اس طرح تمام حجاج کرام کی حفاظت ان کی دیکھ بھال وغیرہ کی SECURITY مل گئی ہے۔ گزشتہ سالوں میں اکثر حجاج کرام لاپتہ ہو گئے اور ان کا آج تک سراغ نہیں مل سکا۔

انشورنس کے کاروبار کو اسلامی اصولوں پر چلانے کے لئے ایسے ماہرین کی ایک مجلس قائم کی جانی ضروری ہے جو اسلامی اصولوں کو بھی جانتی ہو اور انشورنس کے معاملات کو بھی سمجھتی ہو۔ وہ کمیٹی اس پورے مسئلے کا جائزہ لے اور انشورنس کے کاروبار میں ایسی اصلاحات تجویز کرے جن سے یہ کاروبار چل بھی سکتا ہو اور شریعت کے اصولوں کی خلاف ورزی بھی نہ ہو۔ جب تک ایسا نہیں ہوتا اس وقت تک تو کم از کم یہ تسلیم کرنا چاہیئے کہ یہ غلط کام ہے اگر غلطی کا احساس نہ ہو گا تو

اصلاح کی گنجائش باقی نہ رہے گی۔

یہ تسلیم ہے کہ موجودہ زمانے میں انشورنس کی بڑی اہمیت ہے اور ساری دنیا میں اس کا دور دورہ ہے مگر اس دلیل سے نہ کوئی حرام چیز حلال ہو سکتی ہے اور نہ کوئی شخص یہ دعویٰ کر سکتا ہے جو کچھ دنیا میں ہو رہا ہے وہ سب حلال ہے یا اسے اس بنا پر حلال ہونا چاہیئے کہ دنیا میں اس کا عام رواج ہے۔ ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہمارا فرض ہے کہ ہم جائز و ناجائز میں فرق کریں اور اپنے معاملات کو جائز طریقوں سے چلانے کی کوشش کریں۔

حوالہ جات

۱ ردالمختار لابن عابدین باب المستامن جلد ۳ - ص ۳۴۵

۲ سنن نسائی الوصیۃ بالثلث جلد دوم

۳ مشکوۃ المصابیح، ج ۲: ص ۵۶۷

۴ لواء الاسلام لابی زہرہ

۵ کفایت المفتی از مفتی کفایت اللہ جلد ہشتم ص ۸۴، کوہ نور پریس دہلی ۱۹۷۵

۶ ایضاً ص ۸۵

۷ ایضاً ص ۸۶

۸ ایضاً ص ۷۹

۹ بیمہ زندگی از مولانا مفتی محمد شفیعؒ۔ دارالاشاعت مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی نمبر ۱۔ ص ۱۶، ۱۹۷۲ء)

۱۰ سورۃ المائدہ آیت ۔ ۹۰

۱۱ علامہ ابن عابدین شامی کتاب الجہاد باب المستامن، جلد ۳، ص ۳۴۵، طبع استنبول

۱۲- باب الودیعۃ سنن ابن ماجہ کتاب الصدقات جلد دوم ص ۸۰۲

۱۳- مجلۃ الاحکام العدلیۃ باب فی احکام الودیعۃ وضمانہا
ماده ۷۷۷ ص ۱۲۸

۱۴- ھدایہ جلد-۳ ص ۲۵۶ باب ضمان الاجیر

۱۵- نصب الرایہ للزیلعی -۴- الدرایہ فی تخریج الھدایہ کتاب المعاقل، ص ۳۳۴، جلد ۴

۱۶- ھدایہ کتاب المعاقل ۴-ص ۵۵۶

۱۷ - المبسوط للسرخسی کتاب المعاقل جلد ۲۶ ص ۶۶

۱۸- بخاری جلد ۲ ص ۹۹۹

۱۹- سنن ابن ماجہ باب الودیعۃ کتاب الصدقات ص ۸۰۲، جلد دوم

۲۰- سنن ابی داؤد - باب الودیعۃ کتاب الصدقات

۲۱- الاشراف لابن المنذر بحوالہ التراتیب الاداریۃ ص-۲۲۲، جلد اول

۲۲- ایضاً

۲۳- قدوری کتاب الوصایا-ص - ۲۶۲

۲۴- اسد الغابہ الاصابۃ تذکرہ زبیر بن عوام جلد ۲-ص - ۱۹۸ -

۲۵- شرح ہمزیہ